تحقیقی مجلہ تحقید، شعبہ اردو، گورنمنٹ کالج ویمن یونیورسٹی فیصل آباد

eISSN:2789-6331
pISSN:2789-4169

ڈاکٹر سلیمان

اسسٹنٹ پروفیسر، گورنمنٹ پوسٹ گریجویٹ جہانزیب کالج، سیدو شریف، سوات

Dr. Sulaiman

Asst. Prof., Govt. Post Graduate Jahanzaib College, Saidu Sharif, Sawat.

غالبؔ پر بدھ ازم کے اثرات

THE EFFECTS OF BUDDHISM ON GHALIB

Gautama Buddha's thoughts, ideas and teachings have had a profound effect not only on the minds of common people from different parts of the world but also upon great poets of all ages. Even great poet Ghalib was influenced by Buddha's thought and philosophy. In his poetry, he fully expressed Buddhists' opinion on philosophical matters such as the origin of the universe, the laws of nature, the nature of life, human greatness, the reality of life and death, atheism, nihilism and meditation. This is a testament to Ghalib’s intellectual and poetic greatness.

Key Words: Buddha, Universe, Nature, Annihilation, Atheism, Nihilism, Meditation.

مرزا اسد اللہ خان غالبؔ (۱۷۹۷ء۔۱۸۶۹ء) کا شمار دنیا کے عظیم شعرا میں ہوتا ہے۔ ان کی شعری عظمت کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ دنیا کی چودہ زبانوں میں ان کی شاعری کے تراجم ہو چکے ہیں۔ ان کی شاعری میں مذہب، تصوف، اخلاقیات، سماجیات اور تاریخ کے بنیادی مباحث کی بھرپور ترجمانی نظر آتی ہے۔ معنوی گہرائی اور گیرائی ان کے کلام کا خاصہ ہے۔ وہ ہر معاملے میں اپنے قاری سے گہری سوچ اور وسیع غور و فکر کا تقاضہ کرتے ہیں۔ وہ حکیمانہ غور و فکر کو تخیل کی بلندی کے ساتھ اپنی شاعری میں پیش کرتے ہیں۔ وہ فلسفیانہ موضوعات اور شعر کی یکجائی سے ایک ایسی روایت کی بنیاد ڈالتے ہیں جسے بعد میں اقبال (۱۸۷۷ء۔۱۹۳۸ء) معراج کمال تک پہنچاتے ہیں۔ شعور و اظہار اور تفکر کی ہنر مندیوں کی عکاسی ان کی شاعری کا بنیادی وصف ہے۔ شیکسپئر (۱۵۶۴ء۔۱۶۱۶ء) کے ڈراموں کے بارے میں مشہور ہے کہ ان کی متعدد سطحیں ہوتی ہیں جو مختلف ذہنی سطح کے ناظرین و قارئین کو بیک وقت متاثر کرتی ہیں اور غالبؔ کی شاعری بھی اسی نوعیت کی ہے۔ ان کی شاعری عمومی و خصوصی ہر دو سطحوں پر قاری کو فکر عمیق کے لطف سے محظوظ کرتی ہے۔ واضح رہے کہ غالبؔ نے جس ماحول میں آنکھ کھولی تھی نیز جس سماجی نظام میں پرورش پائی تھی، اس ماحول اور سماج کی جڑیں ہندو مت، بدھ مت، جین مت، اسلام اور سکھ مت

میں پیوست تھیں۔ ایک انتہائی زیرک اور حساس ترین شاعر ہونے کی حیثیت سے وہ اس ماحول کے اثرات سے نہ صرف متاثر ہیں بلکہ کسی حد تک عقیدے کے اعتبار سے مذکورہ مذاہب کے بیشتر نظریات کے قائل اور حامی بھی ہیں۔ چناں چہ اس تناظر کے پیش نظر یہ حقیقت روز روشن کی طرح عیاں ہے کہ غالبؔ کی شاعری پر بدھ ازم کے اثرات نمایاں طور پر نظر آتے ہیں۔

بدھ ازم کے بانی مہاتما بدھ (وفات: ۴۸۳ ق م) کی تعلیمات اور فلسفے کا مرکزی نکتہ یہ ہے کہ انسانی دکھوں اور مصائب کے اسباب: سیاسی، معاشی یا معاشرتی ہر گز نہیں بلکہ ان کے اسباب مکمل طور پر زندگی سے تعلق رکھتے ہیں اور جہاں تک زندگی کی اصلیت کا تعلق ہے تو وہ اپنی سرشت میں عارضی، ناپائیدار اور فانی ہے۔ زندگی سے متعلق غالب کا نظریہ بدھی فکر سے کافی مطابقت رکھتا ہے۔ وہ زندگی کو ایک غیر دائمی اور فانی شے سمجھتے ہیں۔ ایک ایسی شے جس کی مدت کا تعین زمانی اعتبار سے ناممکن ہے۔ انسانی زندگی ایک رقص شرر کی مانند ہے۔ انسان اپنی مدت حیات کے اعتبار سے ہر سو بکھرنے کی زد میں ہے اور حقیقت یہ ہے کہ انسانی زندگی اعتبار محض اور مرجع معدومیت ہے:

یک نظر بیش نہیں فرصت ہستی غافل
گرمیٔ بزم ہے اک رقص شرر ہوتے تک (۱)

مشت غبار ماست پراگندہ سو بہ سو
یا رب بہ دھر درچہ شمار خودیم ما (۲)

(ہمارا وجود ایک مشت غبار ہے جو ہر طرف سے منتشر ہونے کی زد میں ہے۔ آخر کار
اے اللہ ہمارا وجود کس شمار میں ہے یعنی ہماری زندگی کی حقیقت و حیثیت کیا ہے؟)

بدھ ازم بنیادی طور پر دو بنیادی فرقوں میں منقسم ہیں۔ ایک فرقہ Hinyana جبکہ دوسرا Mahiyana کے نام سے موسوم ہے۔ ان دونوں فرقوں کے نظریاتی اختلاف کے بارے میں ڈاکٹر محمد حفیظ سید لکھتے ہیں:

"ہنایان تو اس قدیم بدھ مت کے ماننے والے ہیں جو لنکا اور برما میں پائے جاتے ہیں اور روح کے قائل نہیں، خدا کے بارے میں یہ کہتے ہیں کہ بدھ نے کچھ نہیں کہا اور ہمیں اس کے وجود و عدم سے کوئی سروکار نہیں۔ ماہیان بدھ ستو پر یقین رکھتے ہیں۔ بدھ کو مافوق الانسان شخصیت سمجھتے ہیں۔ مختلف خداؤں پر اعتقاد رکھتے ہیں"(۳)

مہایان فرقے کا بانی مشہور بدھی فلسفی ناگارجن (Nagarjuna) (۲۵۰ ق م۔ ۱۵۰ ق م) ہے۔ وہ بدھ ازم میں اس بنیادی نظریے کا حامی ہے کہ یہ کائنات اگرچہ ایک ٹھوس شکل میں نظر آتی ہے لیکن حقیقت میں یہ بے اصل ہے۔ تمام مادی اشیا قائم بالغیر ہیں۔ اس کائنات میں کچھ بھی قائم بالذات نہیں۔ یعنی ہر نظر آنے والی شے یا تصور میں آنے والی شے اصل نہیں ہے۔ اس حوالے سے گوپی چند نارنگ لکھتے ہیں:

”ناگارجن کا کہنا ہے کہ سنسار اگرچہ ٹھوس دکھائی دیتا ہے، لیکن سچائی کی اعلی تعبیر کی رو سے یہ بے اصل ہے۔ یہ اسباب و علل کے نتیجے سے ظہور پذیر ہوتا ہے اور سوبھاؤ نہیں رکھتا یعنی آزادانہ یا بالذات اپنا وجود نہیں رکھتا۔“(۴)

کائناتی معروض کے وجود کی قطعی حقیقت و اصلیت کے حوالے سے غالبؔ کا نظریہ بدھ ازم والا ہے۔ ان کے نزدیک یہ مادی کائنات سوبھاؤ نہیں رکھتی۔ وہ اپنے ذہن رسا کی بنیاد پر اور بالدلیل یہ اقرار کرتے ہیں کہ جب انھوں نے معروضی موجودات کی اصلیت کے حوالے سے لکھنے کی کوشش کی تو صرف ایک لفظ ”عنقا“ لکھنے کی جسارت کر گیا۔ جس کا مطلب ہے کہ معروض کے موجودات برائے نام ہیں اور وجود بالذات سے عاری ہیں۔

تا فصلے از حقیقت اشیا نوشتہ ایم
آفاق را مرادف عنقا نوشتہ ایم (۵)

(جب ہم نے اشیائے عالم کی اصلیت کے بارے میں لکھنے کی کوشش کی تو شروع کے باب میں کائنات کو عنقا کا ہم معنی قرار دیا)

ہے غیب غیب، جس کو سمجھتے ہیں ہم شہود
ہیں خواب میں ہنوز، جو جاگے ہیں خواب میں (۶)

خطے برہستی عالم کشیدیم از مژہ بستن
زخود رفتیم و ہم با خویشتن بردیم دنیا را (۷)

(ہم نے آنکھ بند کر کے اس مادی دنیا پر لکیر کھینچ دی، گویا عالم کا وجود معدوم ہو گیا۔ ہم اپنے آپ سے گئے اور اپنے ساتھ دنیا کو بھی لے گئے)

مہاتما بدھ کا نظریہ ہے کہ جو چیز وجود رکھتی ہے وہ مادے سے بنی ہے۔ مادہ غیر مستقل اور فانی ہے۔ چنانچہ ہر ذی روح کے وجود میں فنا کے عناصر فطری طور پر موجود ہیں۔ انسان اگرچہ جسمانی حیات رکھتا ہے مگر اسے فنا سے کوئی چارہ نہیں(۸) گوتم بدھ نے اپنی زندگی کے آخری لمحات میں اپنے قریبی بھکشو سے کہا تھا کہ میں تم سے سچ سچ کہتا ہوں کہ ہر شے فانی ہے۔(۹) غالبؔ کے مطابق ہر مادی وجود میں تخریب (فنا) کے ازلی عناصر موجود ہیں۔ یہ عناصر خارجی ہرگز نہیں ہیں بلکہ مادی اجسام کے اندر سے رونما ہوتے ہیں۔ چنانچہ ہر مادی پیکر ابتدائے آفرینش سے فنا کی زد میں ہے۔ فنائیت کے اس فطری قانون سے کسی بھی مادی شے کو مفر حاصل نہیں:

سبزہ مادر عدم تشنۂ برق بلاست
در رہ سیل بہار شرح دمیدن دہیم (۱۰)

(وجود و عدم میں فنا پذیری فطری ہے۔ بہار کی رو میں ہم ابھر کر پھلنے پھولنے کی صورتیں دکھا کر برباد ہو جاتے ہیں)

ہیں زوال آمادہ اجزائے آفرینش کے تمام
مہر گردوں ہے، چراغ رہ گزر باد یاں (۱۱)
مری تعمیر میں مضمر ہے اک صورت خرابی کی
ہیولیٰ برق خرمن کا ہے خون گرم دہقاں کا (۱۲)
ہستی ہماری، اپنی فنا پر دلیل ہے
یاں تک مٹے ، کہ آپ ہم اپنی قسم ہوئے (۱۳)

مہاتما بدھ کے نزدیک غم، کمزوری، بیماری اور موت فنا کے مختلف مدارج ہیں (۱۴) غالبؔ فنا کے ان مذکورہ مدارج میں سے موت کو فنا کا ایک بہت بڑا درجہ مانتے ہیں۔ ان کے مطابق موت ایک ایسی اٹل حقیقت ہے جس کے سامنے ہر ذی روح بے بس ہے۔ وہ انسان کے اندر سب سے بڑے خوف کا سبب موت ہی کو قرار دیتے ہیں۔ موت انسان سے آزادی اور انتخاب کی صلاحیت چھین لیتی ہے اور اسے ہر لمحہ بے یقینی کی کیفیت میں مبتلا رکھتی ہے:

تھا زندگی میں مرگ کا کھٹکا لگا ہوا
اڑنے سے پیشتر بھی، مرا رنگ زرد تھا (۱۵)

بدھ ازم کی رو سے انسان کے لیے راحت صرف نیستی، فنا اور عدم محض میں ہے (۱۶) اور غالبؔ اس راز سے پوری طرح واقف ہیں۔ وہ یہ حقیقت تسلیم کرتے ہیں کہ مادی وجود کا حامل انسان دنیاوی دکھوں اور رنج والائم سے چھٹکارا صرف اس صورت میں پا سکتا ہے کہ وہ خود کو قانون تغیر کے حوالے کر کے غم اور خوشی کے تصور سے ماورا ہو جائے۔ تب کہیں جا کر وہ پر سکون ہو سکتا ہے:

خوشی خوشی کو نہ کہہ، غم کو غم نہ جان اسدؔ
قرار داخل اجزائے کائنات نہیں (۱۷)

مہاتما بدھ اور انسان دوستی (Humanism) کا بہت بڑا علم بردار اور مبلغ ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اس کی تعلیمات میں فلسفہ انسان دوستی کی واضح تاکید ملتی ہے۔ اس کے پیروکار انسان کو ہر لحاظ سے قابل قدر مانتے ہیں اور انسانوں میں تفریق کی سخت مخالفت کرتے ہیں۔ اس حوالے سے Walpola Rahula لکھتے ہیں:

> "Man's Position, according to Buddhism is supreme. Men is his own master and there is no higher being or power that sits in judgment over his destiny."(18)

> ترجمہ: (بدھ مت کے مطابق انسان کا مقام سب سے اعلیٰ و برتر ہے۔ وہ خود اپنا حاکم ہے۔ اس کے مقابلے میں کوئی ایسی مخلوق یا طاقت موجود نہیں ہے جو اس مقام و مرتبے میں اس سے بہتر صلاحیت و مقام کی حامل ہو)

غالبؔ بھی بدھ ازم کے پیروکاروں کی طرح انسانی عظمت پر یقین رکھتے ہیں۔ وہ GREATNESS OF MAN IS A MAN کے نظریے کے داعی ہیں۔ اس لیے وہ انسان کے زوال اور بے توقیری پر پوری قطعیت کے ساتھ معترض بن کر اعتراض کرتے ہیں:

ہیں آج کیوں ذلیل؟ کہ کل تک نہ تھی پسند
گستاخیِ فرشتہ ، ہماری جناب میں (۱۹)

مہاتما بدھ روحانیات کے ارتقائی منازل کی راہ میں جن پانچ رکاوٹوں (HINDRANCES) کا ذکر کرتا ہے۔ ان میں سے سب سے بڑی رکاوٹ تشکیک ہے۔ وہ روحانی سفر کی راہ میں تشکیک کو سب سے بڑی رکاوٹ اور بندش تسلیم کرتا ہے۔ اس حوالے سے Walpola Rahula لکھتے ہیں:

> "According to the Buddha's Teaching, doubt is one of the five Hindrances (nirvana) to the clear understanding of truth and spiritual progress"(20)
>
> ترجمہ (مہاتما بدھ کی تعلیمات کی رو سے تشکیک ان پانچ رکاوٹوں میں سے ایک ہے جو حقیقت کے ادراک اور روحانی ترقی کے سفر میں ہمیشہ حائل رہتی ہے۔)

غالبؔ کے مزاج میں تشکیک کا عنصر بدرجہ اتم موجود ہے۔ وہ مذہبی اقدار اور اعتقادات کے ساتھ ساتھ اشیاو مظاہر، مادے کی حقیقت اور انسانی وجود پر شک کا اظہار کرتے ہوئے منطقی استدلالیت کے حامل سوالات اٹھاتے ہیں۔ علاوہ ازیں وہ پہلے سے قائم اور قابل قبول نظریات کو قبول کرنے میں تشکیک کی بنا پر کتراتے ہوئے ان پر اعتراضات کرتے ہیں:

جب کہ تجھ بن نہیں کوئی موجود
پھر یہ ہنگامہ اے خدا کیا ہے؟(۲۱)

پکڑے جاتے ہیں فرشتوں کے لکھے پر ناحق
آدمی کوئی ہمارا دمِ تحریر بھی تھا (۲۲)

نہ حشر و نشر کا قائل نہ کیش و ملت کا
خدا کے واسطے! اسے کی پھر قسم کیا ہے؟(۲۳)

بدھ ازم کی تعلیمات کی رو سے زندگی صرف دکھوں اور تکالیف کا نام ہے اس میں راحت و سکون کا کوئی عنصر موجود نہیں ہے۔ اس حوالے سے Walpola Rahula لکھتے ہیں:

> "Life according to Buddhism is nothing but suffering and pain"(24)
>
> ترجمہ (بدھ مت کی رو سے حیات سوائے تکالیف اور دکھ درد کے کچھ بھی نہیں ہے)

غالبؔ بھی غم اور تکالیف کو زندگی کا ایک جزو لاینفک مانتے ہیں۔ ان کے مطابق جب تک انسانی زندگی قائم و دائم ہے، تب تک تکالیف اور غم برقرار رہیں گے۔ وہ انسانی زندگی اور غم کو لازم و ملزوم ٹھہراتے ہیں۔ ان کا نظریہ ہے کہ اگر زندگی میں ایک غم ختم ہو جاتا ہے تو دوسرا سر اٹھائے سامنے کھڑا نظر آتا ہے۔ زندگی کے غموں اور مصائب سے نجات صرف اس صورت میں ممکن ہے کہ انسانی زندگی کا خاتمہ ہو جائے:

قید حیات و بند غم، اصل میں دونوں ایک ہیں
موت سے پہلے آدمی غم سے نجات پائے کیوں؟ (۲۵)
غم اگرچہ جاں گسل ہے پہ کہاں بچیں؟ کہ دل ہے
غم عشق! اگر نہ ہوتا غم روزگار ہوتا (۲۶)

مہاتمابدھ کے نظریے کے مطابق کائناتی سچائیوں میں سے ایک سچائی یہ ہے کہ اس جہان رنگ و بو کے اندر کوئی بھی ساکن صفت کا حامل عنصر موجود نہیں ہے۔ ہر شے ہر لمحہ بدلتی رہتی ہے۔ یہاں تک کہ ہم دریا کے پانی میں صرف ایک دفعہ پاؤں ڈال سکتے ہیں۔ جب دوسری مرتبہ پاؤں ڈالیں گے تب پانی دوسرا ہو گا۔ گویا مظاہر عالم میں کوئی بھی شے مستقل نہیں بلکہ ہر لمحہ تغیر و تبدل کی زد میں ہے۔ اس حوالے سے Walpola Rahula لکھتے ہیں:

> "According to Buddhism, one thing disappears, conditioning the appearance of the next, is a series of cause & effect, there is no unchanging substance."(27)
>
> ترجمہ (بدھ مت کے مطابق ایک چیز کا غیاب دوسری چیز کے نمودار ہونے سے مشروط ہوتا ہے، یہ دراصل علت و معلول کا ایک جاری و ساری سلسلہ ہے۔ اس کائنات میں غیر تغیر پذیر صفت کا حامل عنصر موجود نہیں ہے)

غالبؔ بھی اس نظریے کے قائل ہیں۔ وہ کائنات کی ہر شے کو گزران مسلسل IN STATE OF FLUX کی حالت میں تسلیم کرتے ہیں۔ یعنی ان کے نظریے کی رو سے کائنات مسلسل تغیر پذیر ہے:

در ہر مژہ برہم زدن ایں خلق جدید یست
نظارہ سگالد کہ ہماں است وہماں نیست (۲۸)

(آنکھ جھپکنے کے ساتھ ہی کائنات نئی صورت میں سامنے آتی ہے۔ ہماری نظریں سمجھتی ہیں کہ یہ کائنات وہی پرانی ہے۔ لیکن حقیقت اس سے مختلف ہوتی ہے۔)

مہاتمابدھ کے بہ قول خواہش اور احساس انسان کو مصیبت میں مبتلا کرتے ہیں (۲۹) اور خواہش تو ہر مصیبت کی جڑ ہے۔ (۳۰) غالبؔ بھی انسان کو خواہش کا آلہ کار سمجھتے ہیں۔ ان کے مطابق جب تک انسان خواہش کا اسیر رہے گا۔ وہ ابدی مسرت حاصل نہیں کر سکتا۔ ان کے نزدیک خواہش سے تعلق رکھنے کا سب سے بڑا مسئلہ یہ ہے کہ اس کی

کوئی حد مقرر نہیں۔ انسانی خواہشات بے حساب ہیں، جس قدر پوری ہوتی ہیں، ان کے مقابلے میں مزید اور جنم لیتی ہیں۔ چنانچہ وہ خواہشات جو پوری نہیں ہوسکتیں، وہ انسان کو تکلیف میں مبتلا کیے رکھتی ہیں۔ خواہشات کی اس خامی کی وجہ سے ہمارا مستقبل سراسر تمنا اور ماضی حسرت و غم کی تصویر بن جاتا ہے:

آئندہ و گذشتہ تمنا و حسرت است

یک 'کاشکے' بعد کہ صد جا نوشتہ ایم (۳۱)

(ہماری زندگی کا مستقبل تمنا اور ماضی حسرت سے عبارت ہے۔ یوں سمجھ لینا

چاہیے کہ ہمارے پاس صرف ایک لفظ 'کاش کہ' ہے جسے ہم نے سو بار لکھا ہے)

ہزاروں خواہشیں ایسی، کہ ہر خواہش پہ دم نکلے

بہت نکلے مرے ارمان، لیکن پھر بھی کم نکلے (۳۲)

بدھ ازم کا ایک بہت ہی دقیق فلسفیانہ نکتہ یہ ہے کہ جو شے اپنی اصل نہیں رکھتی وہ اپنی غیر اصل بھی نہیں رکھتی۔ چنانچہ غیر محدود بھی اسی کا ہی ممکن ہو سکتا ہے جو وجود رکھتا ہے۔ مگر جو وجود سے محروم ہے۔ اس کا غیر وجود تصور سے بالاتر ہے۔ پس جب وجود ہے نہ عدم، نہ فنا ہے نہ بقا تو پھر اس کے تضاد کا قضیہ بھی محض فریب ہے۔ (۳۳) غالبؔ کے نزدیک مظاہرات مادی، وجود و عدم کے اصول سے ماوریٰ ہیں۔ ان پر وجود و عدم یا فنا و بقا کا اطلاق ہرگز نہیں ہو سکتا۔ اس لیے ہستی و عدم میں امتیاز کرنا محض دیوانے کا خواب ہے:

ہاں کھائیو مت فریب ہستی

ہر چند کہیں کہ ہے، نہیں ہے (۳۴)

ہستی ہے نہ کچھ عدم ہے غالبؔ

آخر تو کیا ہے، اے نہیں ہے (۳۵)

ز وہم نقش خیالی کشیدہ ای ورنہ

وجود خلق چو عنقا بہ دہر نایابست (۳۶)

(تو اپنے تصور میں ایک خیالی نقش کا وجود قائم کیا ہے مگر حقیقت یہ ہے کہ اس

دنیا کا وجود عنقا پرندے کی طرح ناپید ہے)

بدھ ازم کی تعلیمات کی رو سے راحت، سکون اور اپنی اصلیت کی دریافت صرف نیستی، تمنا اور عدم محض میں ہے۔ (۳۷) غالبؔ نظریاتی طور پر اس عقیدے کے حامی نظر آتے ہیں۔ وہ انسان کو تاکید کرتے ہیں کہ وہ خود کو فنا کا مسافر تسلیم کر کے زندگی کے غموں، دکھوں اور مصائب سے نجات کے ساتھ ساتھ اپنی حقیقت، اصلیت اور ذات کا ادراک بھی حاصل کر سکتا ہے:

فنا کو سونپ، گر مشتاق ہے اپنی حقیقت کا
فروغ طالع خاشاک، ہے موقوف گلخن پر (۳۸)

دوستی سے متعلق مہاتمابدھ کا نظریہ ہے کہ دوست وہ ہوتا ہے جو اپنی دولت میں دوست کو شریک گردانتا ہے۔ اس کی نگہبانی کرتا ہے اس کی ملکیت کا محافظ ہوتا ہے اور ہر برے وقت میں نہ صرف اس کی مصیبت کو دور کرتا ہے بلکہ اس کے ساتھ کھڑا رہتا ہے (۳۹) غالبؔ فلسفہ دوستی کے معاملے میں من و عن مہاتمابدھ کے نظریے کے قائل ہیں۔ وہ اپنے دوستوں پر اعتراض کرتے ہوئے ان کی دوستی کو طنز کا نشانہ بناتے ہیں۔ وجہ یہ ہے کہ ان کے بیشتر دوست صرف ایک ناصح کا کردار نبھاتے ہیں۔ انھیں شکایت ہے کہ ان کے دوستوں میں چارہ سازی اور غم گساری کا جذبہ ناپید ہے:

یہ کہاں کی دوستی ہے کہ بنے ہیں دوست ناصح
کوئی چارہ ساز ہوتا، کوئی غم گسار ہوتا (۴۰)

بدھ ازم کی تعلیمات میں جن آٹھ منازل کا تذکرہ ملتا ہے اور جن پر عمل پیرا ہونا ہر بدھ بھکشو کے لیے لازم ہوتا ہے وہ یہ ہیں: درست نظریہ، درست مقصد، سعار الفاظ، درست کردار، درست طریقہ معاش، درست مشاہدہ، درست کوشش اور درست فکر و سکون، ان آٹھ منازل کو سر کرنے کے بعد ایک بدھ بھکشو جن زنجیروں کو توڑنے میں کامیاب ہو جاتا ہے ان میں سے ایک جنت کی خواہش کی زنجیر بھی ہے۔ جنت کی خواہش کے حوالے سے غالبؔ من و عن بدھ ازم کے ہم خیال ہیں۔ وہ خود کو جنت کی خواہش سے آزاد تصور کر کے اسے ایک دل خوش کن خیال تسلیم کرتے ہیں۔ گویا ان کے نزدیک جنت کا وجود ہی نہیں ہے بلکہ یہ صرف ہمیں اس واسطے عزیز ہے کہ اس کے ساتھ بادہ گلفام اور مشک و بو کا تصور جڑا ہے:

وہ چیز جس کے لیے ہم کو ہو بہشت عزیز
سوائے بادہ گلفام مشک و بو کیا ہے (۴۱)
ہم کو معلوم ہے جنت کی حقیقت لیکن
دل کے خوش رکھنے کو ، غالبؔ یہ خیال اچھا ہے (۴۲)

بدھ ازم میں انسانی زندگی سے جڑی ہوئی زوال پذیری، ناکامی، دکھ، درد اور وجودی اذیتوں کا تذکرہ بہ درجہ اتم موجود ہے۔ غالبؔ بھی ان مذکورہ حقائق کے قائل ہیں۔ وہ اپنی پوری زندگی میں آئے روز اذیتوں تلے دب کر معدوم ہونے پر نوحہ کناں نظر آتے ہیں۔ وہ موت، بڑھاپے اور فنا کے فلسفے سے آگاہی کی بدولت اپنے کلام میں ان پر مختلف زوایہ ہائے نظر سے اظہار خیال کرتے ہیں:

ہوئے مر کے ہم جو رسوا، ہوئے کیوں نہ غرق دریا
نہ کبھی جنازہ اٹھتا، نہ کہیں مزار ہوتا (۴۳)

غرہ اوج بنائے عالم امکاں نہ ہو
اس بلندی کے نصیبوں میں ہے پستی ایک دن (۴۴)
مضمحل ہوگئے قویٰ غالب
اب عناصر میں اعتدال کہاں (۴۵)

مہاتما بدھ کے نزدیک پیدائش ہی دنیاوی مصیبت کی جڑ ہے۔ (۴۶) غالب بھی انسانی پیدائش پر ماتم کناں ہیں۔ وہ اس نکتے اور راز سے پوری طرح آگاہ ہیں کہ موجودیت کے ساتھ جن اذیتوں، حسرتوں اور معدومیت کی زد میں رہنا پڑتا ہے، ان سے لاکھ درجہ بہتر ہوتا کہ انسان پیدائش کے وجودی قالب میں منقلب نہ ہوتا۔ کیوں کہ عدم وجود کے قالب میں وہ اپنی اصل سے جڑا رہتا:

نہ تھا کچھ تو خدا تھا ، کچھ نہ ہوتا تو خدا ہوتا
ڈبویا مجھ کو ہونے نے، نہ ہوتا میں تو کیا ہوتا (۴۷)

بدھ ازم کے بنیادی نظریات میں سے ایک اہم نظریہ ہے: کہ زندگی کی سب سے بڑی سچائی ”دکھ“ ہے جس کی جڑ کرشنا (خواہش نفس) میں ہے۔ چنانچہ دیگر مذاہب کے برعکس بدھ مت میں خواہشات کے خاتمے اور تمام مثبت و منفی خواہشات سے دور رہنے پر زور دیا جاتا ہے۔ غالب بھی خواہشات کی اسیری سے نجات حاسل کرنے کے لیے کبھی کبھی نفی ذات کے حربے پر نظری حوالے سے دلالت کرتے نظر آتے ہیں۔ ان کے نزدیک جب انسانی ہستی ایک افسانے سے بڑھ کر کچھ بھی نہیں ہے۔ تو اس ہستی سے جڑی خواہشات کی حقیقت کیا ہو سکتی ہے۔ پس ذات کی نفی کے ذریعے نہ صرف خواہشات کے عذاب سے نجات حاصل ہو سکتی ہے بلکہ نروان بھی حاصل کیا جا سکتا ہے:

حاصل آنست جملہ بندن کہ مباش
مانہ افسانہ سرائیم وتو افسانہ نیوش (۴۸)

(یہ ہمارے سامنے بار بار دہرایا گیا ہے کہ یہ نہ ہو تا وہ نہ ہوتا۔ اس تمام بحث کا
خلاصہ یہ ہے کہ نفی ذات کرلو، جب ہم افسانہ گو نہیں تو افسانے کیوں سنیں)

بدھ ازم کی ایک اہم مذہبی اصطلاح ’جھان‘ ہے۔ اس کا دوسرا نام استغراق ہے۔ بدھ مت میں استغراق کی منزل میں بے اثری و بے تعلقی اس حد تک پہنچ جاتی ہے کہ انسان کو نہ کسی امر کی خوشی ہوتی ہے اور نہ کسی بات کا غم (۴۹) غالب ’جھان‘ کی اس منزل کے نہ صرف قائل ہیں بلکہ وہ خود کو مذکورہ منزل پر فائز سمجھتے ہیں۔ وہ یہ اعتراف کرتے ہیں کہ انھیں وجودی اعتباری کے حامل ہوتے ہوئے بھی استغراق کی منزل کے مکین ہونے کا شرف حاصل ہے:

ہم وہاں ہیں، جہاں سے ہم کو بھی
کچھ ہماری خبر نہیں آتی (۵۰)

بے خودی بے سبب نہیں غالبؔ
کچھ تو ہے جس کی پردہ داری ہے (۵۱)

مہاتما بدھ کے فکر و فلسفے اور تعلیمات نے ایک اگر طرف دنیا کے مختلف خطوں کے تمام افراد کے اذہان پر اثر ڈالا ہے تو دوسری طرف شعرائے عظام پر بھی گہرے اثرات مرتب کیے ہیں۔ غالبؔ جیسے نابغہ روز گار شاعر پر بھی بدھ ازم کے فکری اثرات موجود ہیں۔ وہ اپنی شاعری میں کائنات کی اصلیت ، زندگی کی ماہیت ، قوانین فطرت، کلبیت، معدومیت، انسانی جبلت، انسانی عظمت اور حیات و ممات جیسے فلسفیانہ فکری مباحث کے حوالے سے بدھی فکر کی بھرپور ترجمانی کرنے کے ساتھ ساتھ ان کے نظریات کے حامی ہونے کا دم بھرتے ہیں اور یہی ان کی شخصی فکری اور شعری عظمت کی دلیل ہے۔

حوالہ جات

۱۔ غالبؔ، مرزا اسد اللہ خان، دیوان غالبؔ، مرتبہ: کالی داس گپتا رضا (کراچی: انجمن ترقی اردو پاکستان، ۲۰۱۲ء)، ص ۲۶۲۔

۲۔ غالبؔ، مرزا اسد اللہ خان، کلیات غالبؔ (فارسی) جلد: اول، مرتبہ: ڈاکٹر سید تقی عابد (نئی دہلی: غالبؔ انسٹی ٹیوٹ، ۲۰۰۸ء)، ص ۲۲۵۔

۳۔ محمد حفیظ، سید، ڈاکٹر، گوتم بدھ: سوانح حیات و تعلیمات (دہلی: انجمن ترقی اردو ہند، ۱۹۴۲ء)، ص ۱۳۳۔

۴۔ نارنگ، گوپی چند غالبؔ (لاہور: سنگ میل پبلی کیشنز، ۲۰۱۳ء)، ص ۹۰۔

۵۔ غالبؔ، مرزا، اسد اللہ خان، کلیات غالبؔ (فارسی)، جلد: اول، مرتبہ: ڈاکٹر سید تقی عابد، (نئی دہلی: غالبؔ انسٹی ٹیوٹ، ۲۰۰۸ء)، ص ۴۸۸۔

۶۔ غالبؔ، مرزا اسد اللہ خان، دیوان غالبؔ، مرتبہ: کالی داس گپتا رضا (کراچی: انجمن ترقی اردو پاکستان، ۲۰۱۲ء)، ص ۳۲۲۔

۷۔ غالبؔ، مرزا اسد اللہ خان، کلیات غالبؔ (فارسی)، جلد: اول، مرتبہ: ڈاکٹر سید تقی عابد (نئی دہلی: غالبؔ انسٹی ٹیوٹ، ۲۰۰۸ء)، ص ۲۱۷۔

۸۔ محمد حفیظ، سید، ڈاکٹر، گوتم بدھ: سوانح حیات و تعلیمات (دہلی: انجمن ترقی اردو ہند، ۱۹۴۲ء)، ص ۴۵۔

۹۔ ایس رادھا کرشنن، ڈاکٹر، گوتم بدھ، مشمولہ: آج کل (بدھ نمبر)، (دہلی: یونائیٹڈ پریس، ۱۹۵۶ء)، ص ۴۔

۱۰۔ غالبؔ، مرزا اسد اللہ خان، کلیات غالبؔ (فارسی)، جلد: اول، مرتبہ: ڈاکٹر سید تقی عابد (نئی دہلی: غالبؔ انسٹی ٹیوٹ، ۲۰۰۸ء)، ص ۴۹۵۔

۱۱۔ غالبؔ، مرزا اسد اللہ خان، دیوان غالبؔ، مرتبہ: کالی داس گپتا رضا (کراچی: انجمن ترقی اردو پاکستان، ۲۰۱۲ء)، ص ۲۸۳۔

۱۲۔ ایضاً، ص ۲۹۸۔

۱۳۔ ایضاً، ص ۲۹۳۔

۱۴۔ محمد حفیظ، سید، ڈاکٹر، گوتم بدھ: سوانح حیات و تعلیمات (دہلی: انجمن ترقی اردو ہند، ۱۹۴۲ء)، ص ۴۲۔

۱۵۔ غالبؔ، مرزا اسد اللہ خان، دیوان غالبؔ، مرتبہ: کالی داس گپتا رضا (کراچی: انجمن ترقی اردو پاکستان، ۲۰۱۲ء)، ص ۲۸۰۔

۱۶۔ گوتم بدھ، دھمپد، مترجم: عثمان شاہ، ابن امین (لاہور: ادارہ تحقیقات، ۲۰۱۹ء)، ص ۱۴۹۔

۱۷۔ یوسف حسین خان، ڈاکٹر، غالبؔ اور آہنگ غالبؔ (نئی دہلی: غالبؔ انسٹی ٹیوٹ، ۱۹۶۸ء)، ص ۲۵۳۔

18. Rahula, Walpola, What The Buddha Taught, (New york: Grove Press, 1974), p-1

۱۹۔ غالبؔ، مرزا اسد اللہ خان، دیوان غالبؔ، مرتبہ: کالی داس گپتا رضا (کراچی: انجمن ترقی اردو پاکستان، ۲۰۱۲ء)، ص ۳۲۱۔

20. Rahula, Walpola, What The Buddha Taught, (New york: Grove Press, 1974), P-3

۲۱۔ غالبؔ، مرزا اسد اللہ خان، دیوان غالبؔ، مرتبہ: کالی داس گپتا رضا (کراچی: انجمن ترقی اردو پاکستان، ۲۰۱۲ء)، ص ۳۳۰۔

۲۲۔ ایضاً، ص ۳۲۶۔

۲۳۔ ایضاً، ص ۳۹۴۔

24. Rahula, Walpola, What The Buddha Taught, (New York: Grove Press, 1974), p-16

۲۵۔ غالبؔ، مرزا اسد اللہ خان، دیوان غالبؔ، مرتبہ: کالی داس گپتا رضا (کراچی: انجمن ترقی اردو پاکستان، ۲۰۱۲ء)، ص ۳۶۰۔

۲۶۔ ایضاً، ص ۳۲۷۔

27. Rahula, Walpola, What The Buddha Taught, (New York: Grove Press, 1974), p-26

۲۸۔ غالبؔ، مرزا اسد اللہ خان، کلیات غالبؔ (فارسی)، جلد: اول، مرتبہ: ڈاکٹر سید تقی عابد (نئی دہلی: غالبؔ انسٹی ٹیوٹ، ۲۰۰۸ء)، ص ۳۰۲۔

۲۹۔ گوتم بدھ، دھمپد، مترجم: عثمان شاہ، ابن امین (لاہور: ادارہ تحقیقات، ۲۰۱۹ء)، ص ۱۴۹۔

۳۰۔ ایضاً، ص ۵۲۔

۳۱۔ غالبؔ، مرزا اسد اللہ خان، کلیات غالبؔ (فارسی)، جلد: اول، مرتبہ: ڈاکٹر سید تقی عابد (نئی دہلی: غالبؔ انسٹی ٹیوٹ، ۲۰۰۸ء)، ص ۴۸۸۔

۳۲۔ غالبؔ، مرزا اسد اللہ خان، دیوان غالبؔ، مرتبہ: کالی داس گپتا رضا (کراچی: انجمن ترقی اردو پاکستان، ۲۰۱۲ء)، ص ۳۴۶۔

۳۳۔ نارنگ، گوپی چند، غالبؔ (لاہور: سنگ میل پبلی کیشنز، ۲۰۱۳ء)، ص ۹۲۔

۳۴۔ غالبؔ، مرزا اسد اللہ خان، دیوان غالبؔ، مرتبہ: کالی داس گپتا رضا (کراچی: انجمن ترقی اردو پاکستان، ۲۰۱۲ء)، ص ۲۹۴۔

۳۵۔ ایضاً، ص ۲۹۴۔

۳۶۔ غالبؔ، مرزا اسد اللہ خان، کلیات غالبؔ (فارسی)، جلد: اول، مرتبہ: ڈاکٹر سید تقی عابد (نئی دہلی: غالبؔ انسٹی ٹیوٹ، ۲۰۰۸ء)، ص ۲۸۰۔

۳۷۔ گوتم بدھ، دھمپد، مترجم: عثمان شاہ، ابن امین (لاہور: ادارہ تحقیقات، ۲۰۱۹ء)، ص ۱۴۹۔

۳۸۔ غالبؔ، مرزا اسد اللہ خان، دیوان غالبؔ، مرتبہ: کالی داس گپتا رضا (کراچی: انجمن ترقی اردو پاکستان، ۲۰۱۲ء)، ص ۱۶۸۔

۳۹۔ محمد حفیظ، سید، ڈاکٹر، گوتم بدھ: سوانح حیات و تعلیمات (دہلی: انجمن ترقی اردو ہند، ۱۹۴۲ء)، ص ۹۱۔

۴۰۔ غالبؔ، مرزا اسد اللہ خان، دیوان غالبؔ، مرتبہ: کالی داس گپتا رضا (کراچی: انجمن ترقی اردو پاکستان، ۲۰۱۲ء)، ص ۳۲۷۔

۴۱۔ ایضاً، ص ۳۳۲۔

۴۲۔ ایضاً، ص ۳۳۰۔

۴۳۔ ایضاً، ص ۳۲۷۔

۴۴۔ ایضاً، ص ۲۶۵۔

۴۵۔ ایضاً، ص ۲۸۵۔

۴۶۔ اکبر الہ آبادی، میکش، بدھ مت کا سلوک، مشمولہ: آج کل۔ بدھ نمبر، (دہلی، یونائیٹڈ پریس، ۱۹۵۶ء)، ص ۴۲۔

۴۷۔ غالبؔ، مرزا اسد اللہ خان، دیوان غالبؔ (نئی دہلی: غالبؔ انسٹی ٹیوٹ، ۱۹۸۶ء)، ص ۳۳۔

۴۸۔ غالبؔ، مرزا اسد اللہ خان، کلیات غالبؔ (فارسی)، جلد: اول، مرتبہ: ڈاکٹر سید تقی عابد (نئی دہلی: غالبؔ انسٹی ٹیوٹ، ۲۰۰۸ء)، ص ۴۴۲۔

۴۹۔ محمد حفیظ، سید، ڈاکٹر، گوتم بدھ: سوانح حیات و تعلیمات (دہلی: انجمن ترقی اردو ہند، ۱۹۴۲ء)، ص ۱۰۶۔

۵۰۔ غالبؔ، مرزا اسد اللہ خان، دیوان غالبؔ، مرتبہ: کالی داس گپتا رضا (کراچی: انجمن ترقی اردو پاکستان، ۲۰۱۲ء)، ص ۳۲۹۔

۵۱۔ ایضاً، ص ۲۹۰۔